بسم اللہ الرحمن الرحیم

لے کے ناں میں سوہنڑے رب دا کراں کلام بیان
مہر محبت کرنے والا اُچا اُسدا ناں

ژرفِ نگاہ

(صحافتی نکتۂ نظر: پشاور کے ’حالات حاضرہ‘ سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

شبیر حسین اِمام

ژرفِ نگاہ

شبیر حسین اِمام

گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور

جملہ حقوق بحق گندھارا ہندکو اکیڈمی محفوظ ہیں

نام کتاب	ژرفِ نگاہ
مصنف	شبیر حسین امامؔ
موضوع	تحقیق۔ اِدارتی کالم نگاری
کمپوزنگ	مجاہد حسین و بلال احمد
سرورق	ثاقب حسین
اہتمامِ اشاعت	محمد ضیاءالدین
	جنرل سیکریٹری۔ گندھارا ہندکو بورڈ
سال اشاعت	2017ء
قیمت	600روپے
مطبع	گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور
پرنٹر	جی ایچ اے لیزر پرنٹنگ۔ پشاور
ISBN No.	978-969-687-078-4
ملنے کا پتہ	گندھارا ہندکو اکیڈمی۔ 2 چنار روڈ۔
	آبدرہ۔ یونیورسٹی ٹاؤن۔ پشاور

گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور

Landline: +92-91-921 8164 & 921 8165

www.gandharahindko.com

انتساب

بہ فیضانِ نظر، مرشدِ کامل و اکمل
سیّد محمد اَمیر شاہ قادری گیلانی (قبلہ مولوی جیؒ)
اُور
والدِ گرامی، ملک غلام کبریا (مرحوم و مغفور)
جن کی پرورش، تربیت، رہنمائی اُور صحبت سے عملی درس ملا کہ
''اِنسان کی قدر وہ کمال ہے، جسے وہ بخوبی سرانجام دے!''
- قولِ حق، بالحق، مع الحق، اِمام علی اِبن اَبی طالب کرم اَللہ وجہہ الکریم

پشاور: وابستگی کی قیمت

’’نتیجہ خیال یہ ہے کہ جو قوم اپنے فوت ہونے والے عزیزوں کو پشاور میں سپرد خاک کرتی ہو‘ وہ بھلا کیسے اس سے بے رخی یا پشاور کی امانتوں میں خیانت کر سکتی ہے۔ ضلع پشاور سے تعلق رکھنے والے باصلاحیت و باکردار اور تعلیم یافتہ بیروزگار نوجوانوں کی کمی نہیں اور ’انصاف کا تقاضا تو یہی ہے کہ انہی کا پشاور کی ملازمتوں پر پہلا حق ہے۔ ایسے تمام نوجوان جن کا صرف حال ہی نہیں بلکہ مستقبل بھی پشاور ہے‘ اُن سب کے لئے مسائل اور اضطراب کی موجودہ حالت تکلیف کا باعث ہے۔ پشاور سے جاری ’کھلی دشمنی‘ کا سلسلہ بہرحال ختم ہونا چاہئے۔‘‘

پشاور کو دل میں بسائے ہوئے
جہاں بھی رہیں، ہم پشاور میں ہیں!

ترتیب

نمبر شمار			صفحات
01:	پشاور شناسی کا معیار	محمد ضیاء الدین	ش
02:	ابتدائیہ: وقت کی گواہی	شبیر حسین امام	ع
03:	پندرہ جولائی:	پشاور کا نوحہ	1
04:	سولہ جولائی:	اعتماد کا فقدان	3
05:	سترہ جولائی:	یادگار کے دُکھ	5
06:	اٹھارہ جولائی:	مشروط ترقی کا انجام	8
07:	اُنیس جولائی:	اور یہ علاج گاہیں......	10
08:	بیس جولائی:	ناقابل برداشت بوجھ	13
09:	اِکیس جولائی:	بہت دیر ہو چکی ہے!	16
10:	بائیس جولائی:	تجاوزات کا شہر	18
11:	تیئس جولائی:	پشاور کیلئے اِنصاف کی تلاش!	20
12:	چوبیس جولائی:	سفر ہے شرط	23
13:	پچیس جولائی:	اِنسداد منشیات کا عالمی دن	25
14:	چھبیس جولائی:	گور گٹھڑی اور سیاحتی اِمکانات	28
15:	ستائیس جولائی:	بے قدری و بے حسی کی انتہاء	31
16:	اٹھائیس جولائی:	پشاور کی اَمانتیں اور پیغام	33
17:	اُنتیس جولائی:	نفرت کا پھیلاؤ	36
18:	تیس جولائی:	پشاور کو پشاور ہی رہنے دیجئے	38
19:	یکم اَگست:	پشاور کے سر پر لٹکتی تلواریں!	41

20:	دو اَگست:	پشاور سے مردان	43
21:	تین اَگست:	نیند کا غلبہ	46
22:	چار اَگست:	آدھا دن، پورا رمضان	48
23:	پانچ اَگست:	تربیت کا فقدان	51
24:	چھ اَگست:	رکشا بندھن (ہندو مذہب کا تہوار)	55
25:	سات اَگست:	صرف پشاور کے لئے	57
26:	آٹھ اَگست:	وقف بحق پشاور	60
27:	نو اَگست:	اِنسداد پولیو کے لئے قانون سازی	62
28:	دس اَگست:	'گنج' کی محرومی	65
29:	گیارہ اَگست:	ٹاؤن ون، مسیحی ملازمین کا احساس محرومی	67
30:	بارہ اَگست:	پشاور کو سب نے وداع کر دیا ہے	70
31:	تیرہ اَگست:	گراں فروشوں کی اَرزانی	72
32:	چودہ اَگست:	آباد پشاور کے اُجڑنے کا سماں دیکھ	75
33:	پندرہ اَگست:	غلامی سے آزادی اور آزادی سے غلامی کا سفر!	78
34:	سولہ اَگست:	بس کر دیں بس	80
35:	سترہ اَگست:	صفائی نصف ایمان ہے مگر!	83
36:	اَٹھارہ اَگست:	ہوائی فائرنگ	86
37:	اُنیس اَگست:	ہمارے تہوار، منفی رجحانات اور ذاتی مفادات	89
38:	بیس اَگست:	عید مبارک	92
39:	تیئس اَگست:	عید کی مصروفیات	94
40:	چوبیس اَگست:	رہائشی علاقے، تجارتی سرگرمیاں	96

41:	پچیس اَگست:	پشاور کے حقوق	99
42:	چھبیس اگست:	'پولیو' سے پاک پشاور کا خواب!	101
43:	ستائیس اَگست:	تبدیلی کی متوقع سیاسی لہر	104
43:	اَٹھائیس اَگست:	شعبہ تعلیم، اصلاحات واحتساب	106
44:	اُنتیس اَگست:	اعتراف خدمات کی ضرورت	108
45:	تیس اَگست:	سب سے پہلے پشاور	111
46:	اکتیس اَگست:	قدرتی آفات سے بچاؤ کی تدابیر	114
47:	اکتیس اگست	حافظے کی کمزوری	116
48:	یکم ستمبر:	روٹی کردو مہنگی، پھر سے جینا کردو مہنگا	118
49:	دو ستمبر:	سپرد خدا' کردیا ہے پشاور!	120
50:	تین ستمبر:	اَندھی گولی، اَندھی دنیا	123
51:	چار ستمبر:	ماورائے عدالت قتل، دو اِنتہاؤں کا سامنا	125
52:	پانچ ستمبر:	خوف کا عالم	127
53:	چھ ستمبر:	زندگی جس سے خوف آتا ہے!	129
54:	سات ستمبر:	پشاور کی بھی سنیئے	131
55:	آٹھ ستمبر:	عرض حال	133
56:	نو ستمبر:	پبلک ٹرانسپورٹ: کیا یہی پیار ہے؟	136
57:	دس ستمبر:	فصیل شہر: 'اُلفت کے تقاضے	138
58:	گیارہ ستمبر:	اتنی مہنگی روٹی	140
59:	بارہ ستمبر:	ترجیحات، وسائل، مسائل	142
60:	تیرہ ستمبر:	ہنگامی حالات سے نمٹنے کی تیاریاں	145
61:	چودہ ستمبر:	خلاصہ کلام: 'قطعی کارکردگی'	147
62:	پندرہ ستمبر:	امن وامان، خوف اور خدشات	149

63:	سولہ ستمبر:	نکاسی آب کا (ناکافی) نظام	152
64:	سترہ ستمبر:	تعلیم ایک مجبوری، ذریعہ کمائی بھی	154
65:	اٹھارہ ستمبر:	آخر یہ پشاور کو ہو کیا گیا ہے؟	156
66:	اُنیس ستمبر:	نجی تعلیمی ادارے، کاش ایسا نہ ہوتا!	159
67:	بیس ستمبر:	مہاجرین کا قیام، توسیع کا مرحلہ	161
68:	اِکیس ستمبر:	ہنگامی حالات، ہنگامی انتظامات	164
69:	بائیس ستمبر:	ڈپلومیٹک اِنکلیو	167
70:	تیئس ستمبر:	سوتحریریں، پاگل پن کی!	169
71:	چوبیس ستمبر:	کرکٹ	171
72:	پچیس ستمبر:	متوقع تبدیلی کے واضح امکانات	173
73:	چھبیس ستمبر:	زیرعتاب فصیل شہر	176
74:	ستائیس ستمبر:	سوختہ دلوں کے قرار کی ترکیب	178
75:	اٹھائیس ستمبر:	کیا بات 'پشاور' کی اَدھوری ہی رہے گی؟	181
76:	اُنتیس ستمبر:	پشاور کی کہانی	183
77:	تیس ستمبر:	میرا پیار سمجھ لے!	186
78:	یکم اکتوبر:	قانونیت، لاقانونیت	189
79:	دو اکتوبر:	وزیر باغ	191
80:	تین اکتوبر:	پشاور کے کھلے دشمن	194
81:	چار اکتوبر:	تقدیرِ زندخنداں	198
82:	پانچ اکتوبر:	راست بگو، راست بیا، راست برو	196
83:	چھ اکتوبر:	خدام کی ضرورت	201
84:	سات اکتوبر:	بحران	203

85: آٹھ اکتوبر: وزیرستان امن مارچ 205

86: نو اکتوبر: بدلیں کبھی تو روز و شب 208

87: دس اکتوبر: اُمید کا ٹمٹماتا چراغ 211

88: گیارہ اکتوبر: اَلمیہ 213

89: بارہ اکتوبر: رو گئے' منہ دھو گئے! 216

90: تیرہ اکتوبر: مگرمچھ کے آنسو 219

91: چودہ اکتوبر: حسن کرشمہ ساز 221

92: پندرہ اکتوبر: عالمی یوم خوراک 224

93: سولہ اکتوبر: آخری سانس 227

94: سترہ اکتوبر: چارہ گر' بے چارہ گر' بیچارگی 230

95: اٹھارہ اکتوبر: حفظ زمان و مکان 232

96: اُنیس اکتوبر: گور گٹھڑی بچاؤ' پشاور بچاؤ 235

97: اکیس اکتوبر: وقت کا تقاضا 238

98: بائیس اکتوبر: بدعنوانی 241

99: تئیس اکتوبر: باعث فخر کون؟ 243

100: چوبیس اکتوبر: کام جاری ہے 246

101: پچیس اکتوبر: تکلیف معاف 249

102: چھبیس اکتوبر: یاد ماضی اور دلی عید مبارک 252

103: اُنتیس اکتوبر: اِمکانات 254

104: تیس اکتوبر: تکلیف دہ حقائق 257

105: اکتیس اکتوبر: لفظ' لہجے' رویے 260

106: یکم نومبر: بدعات حسنہ (پندرہ ذی الحجہ 1433 ہجری) 263

107:	دو نومبر:	اخلاقیات، ایمانیات، پشاوریات	266
108:	تین نومبر:	نازک صورتحال	268
109:	چار نومبر:	سی این جی	270
110:	پانچ نومبر:	اسلامی وحدت کانفرنس	273
111:	چھ نومبر:	تارے زمین پر	276
112:	سات نومبر:	گراں فروش	278
113:	آٹھ نومبر:	جنگلات کی ٹارگٹ کلنگ	281
114:	نو نومبر:	سچ کا بول بالا	283
115:	دس نومبر :	حمام اور گیس بحران	286
116:	گیارہ نومبر:	بھیڑ چال	287
117:	بارہ نومبر:	بیت الخلا کا عالمی دن	292
118:	تیرہ نومبر:	دو باتیں	296
119:	چودہ نومبر:	زراعت دوستی	298
120:	پندرہ نومبر:	مصنوعی پن	300
121:	سولہ نومبر:	رب خیر کرے (یکم محرم الحرام 1434 ہجری)	303
122:	سترہ نومبر:	توقعات	305
123:	اٹھارہ نومبر	کارکردگی	308
124:	اُنیس نومبر:	چادر، چاردیواری اور ہمارے پاؤں	311
125:	بیس نومبر:	آزمائش	314
126:	اِکیس نومبر:	لاعلاج مرض، لاعلاج نہیں	317
127:	بائیس نومبر:	ناکامیاں	321
128:	تیئیس نومبر:	نویں محرم الحرام	323

129:	چوبیس نومبر:	یوم عاشور، معرض قربانی	326
130:	چھبیس نومبر:	بالغ ناخواندہ	328
131:	ستائیس نومبر:	انسداد پولیو	331
132:	اٹھائیس نومبر:	معاشی اُوقات کی اصلیت	333
133:	انتیس نومبر:	موبائل ہتھیار	336
134:	تیس نومبر:	معذوروں کا عالمی دن (رنج، پریشانیاں اور مطالبے)	338
135:	یکم دسمبر:	اِیڈز: شعور کی کمی و لاعلمی	341
136:	دو دسمبر:	اِنتخابی حلقہ بندیاں اور تنازعات	343
137:	تین دسمبر:	کب صبح سخن ہوگی؟	347
138:	چار دسمبر:	ناعاقبت اندیشیاں	349
139:	پانچ دسمبر:	لواری ٹنل	352
140:	چھ دسمبر:	بے نیازیاں	354
141:	سات دسمبر:	ٹائم بم	357
142:	آٹھ دسمبر:	پشاور ہے تیرے رحم و کرم پر	359
143:	نو دسمبر:	سب سو رہے ہیں کیا؟	362
144:	دس دسمبر:	تیسرا کنارا	365
145:	گیارہ دسمبر:	غیر فطری جمہوریت	368
146:	بارہ دسمبر:	فقط باتیں	371
147:	تیرہ دسمبر:	یہ بھی کیا زندگی ہے!	374
148:	چودہ دسمبر:	اَبلاغیات برائے اَمن	377
149:	پندرہ دسمبر:	التفات	379

150:	سولہ دسمبر:	اَفغانستان کا صحافتی اُفق	382
151:	سترہ دسمبر:	خوف کے سائے	385
152:	اٹھارہ دسمبر:	سب اچھا!	388
153:	اُنیس دسمبر:	چین: قابل تقلید مثال	390
154:	بیس دسمبر:	خوف‘ دہشت‘ اندیشے اور کاروائیاں!	392
155:	اِکیس دسمبر:	’سیاست نہیں ریاست بچاؤ!‘	395
156:	بائیس دسمبر:	5 خوشخبریاں (خوشی کے ساتھ حیرانگی کی آمیزش!)	398
157:	تیئیس دسمبر:	افغانستان: نیا سال‘ نئی اُمیدیں	402
158:	چوبیس دسمبر:	اَندھیری راتیں!	405
159:	پچیس دسمبر:	تبدیلی کا نکتہ آغاز؟	407
160:	چھبیس دسمبر:	بے نظیر کارکردگی!	410
161:	ستائیس دسمبر:	مالا مال	412
162:	اٹھائیس دسمبر:	مستقل دردسر!	414
163:	اُنتیس دسمبر:	شفافیت	417
164:	تیس دسمبر:	حسب حال مفت مشورہ	419
165:	اکتیس دسمبر:	’جو‘ سمجھتے ہیں کہ ’بیمار کا حال اچھا ہے!	421

پشاور شناسی کا معیار!

شبیر حسین اِمام پشاور شہر کا رہنے والا ایک ایسا سپوت ہے جس کو پشاور کے ساتھ بہت محبت ہے اور اُن کے ساتھ میری ملاقات بھی اِسی محبت کے حوالے سے ہوئی۔ پشاور شہر کے علاوہ شبیر حسین امام ہندکو زبان سے بھی اس لئے پیار کرتا ہے کہ ہندکو اس کی ماں بولی ہے۔ پشاور شہر کو وہ ایک بہترین ثقافتی شہر کے طور پر جانتا ہے کیونکہ اس نے اپنے آباؤ اجداد سے اس پشاور شہر کی تاریخ، ثقافت، تہذیب اور تمدن کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے۔ کیا ہوا کہ یہ شہر بہت تبدیلیوں کا شکار ہو گیا اور باہر سے آنے والے لوگوں نے اس کے ناک نقشے کو تو بدلا لیکن اس کے اندر موجود ثقافت کی بے شمار علامتوں کو مٹا نہ سکے۔

ذرائع ابلاغ کی دنیا میں 'شبیر حسین اِمام' کی ذات کے کئی حوالے ہیں۔ نثری و ادبی تخلیقات کے علاوہ فن ترجمہ نگاری' عکاسی (فوٹو جرنلزم) اُور صحافتی ٹیلی ویژن کے اسرار و رموز میں اُن کی مہارت و عبور کا اَندازہ اِس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ معروف نجی نشریاتی اِدارے اُن کی خدمات سے بطور معلم بھی اِستفادہ کرتے رہے ہیں۔

شبیر حسین اِمام کی صحافتی زندگی کا آغاز 95-1994ء میں 'روزنامہ مشرق پشاور' سے ہوا' جہاں اُنہیں 'پشاور شہر' کی مختلف سرگرمیاں رپورٹ کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی اور بہت جلد اُنہوں نے محسوس کیا کہ 'فوٹوگرافی کے بغیر رپورٹنگ اَدھوری ہے!' یہاں اُنہیں 'وسیلہ سٹوڈیوز (بازارکلاں پشاور)' کے مشرف سلیم سے حاصل کردہ فن عکاسی (فوٹوگرافی) کی تربیت کے استعمال کا بھی موقع ملا' جس کا عملی اطلاق وہ قبل ازیں 'مستعد سٹوڈیوز (اندرون لاہوری گیٹ)' سے کر چکے تھے تاہم یہ تجربہ مقصدیت کے لحاظ سے تقریبات کی حد تک محدود تھا۔ تاریک کمرے (ڈارک روم) میں کیمیائی عمل (پراسیس) کی مدد سے 'نیگٹویز' کو 'پازیٹو' میں ڈھالنے اُور سرخ رنگ کی مدھم روشنی میں تصاویر کے حصول (پراسیسنگ) کے لئے سالہا سال کی مہارت درکار ہوتی تھی۔ تب اخبارات میں تصاویر شائع کرنے کے لئے 'لیتھوگرافی' کا استعمال بھی ضروری ہوتا تھا' جس کی تربیت وہ اپنی پڑھائی کے دوران 90-1988ء میں 'روزنامہ مشرق (شعبہ بازار پشاور)' کے نہایت ہی تجربہ کار اور ماہر لیتھوگرافر زالیاس اُستاد اور ہمایوں اُستاد سے حاصل کر چکے تھے۔ روزنامہ مشرق کی نج کاری کے بعد اخبار کے دفاتر بلال ٹاؤن (جی ٹی روڈ پشاور) منتقل ہوگئے جہاں دیگر شعبوں کی طرح 'فوٹوگرافی اُور لیتھوگرافی' کے 'ڈارک رومز' موجود تھے لیکن ابھی انٹرنیٹ اور ڈیجیٹل فوٹوگرافی کا استعمال پشاور کے اُردو اخبارات میں رائج نہیں ہوا

تھا۔شبیر حسین اِمآم پشاور کی صحافتی دنیا میں 'ڈیجیٹل فوٹوگرافی' متعارف کرانے والے ایسے پہلے صحافی ہونے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں' جن کی صحافتی زندگی کی ابتدأ میں اگرچہ عہدہ 'فوٹوگرافر' نہیں رہا لیکن اُنہوں نے اپنے پیشے کی ضروریات کو سمجھا اور پھر ان ضروریات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیا۔

پشاور میں ڈیجیٹل فوٹوگرافی متعارف کرانے کے دنوں فرنٹیئر پوسٹ سے وابستہ زبیر میر (مرحوم) اور کئی مقامی اداروں سمیت جنگ گروپ کے انگریزی روزنامے 'دی نیوز' سے وابستہ سیّد حیدر شاہ (حال مقیم کینیڈا) تصاویر کو 'ڈرم اسکیننگ' کے ذریعے یا مسافر گاڑیوں کے ذریعے اسلام آباد میں عالمی خبر رساں اداروں کو ارسال کیا کرتے تھے' جو ایک مہنگا اور وقت طلب کام ہوا کرتا تھا۔اُن دنوں پاکستان میں ضیاء الحق کی آمریت کی مخالفت' جمہوریت کی بحالی اور افغانستان میں جہاد کے نام پر عالمی طاقتوں کی دلچسپیوں کے سبب 'پشاور' کو خاص اہمیت حاصل تھی جب پشاور عالمی سطح پر شہ سرخیوں میں رہا کرتا تھا۔ یہ وہی دور تھا جب ایک طرف افغان مہاجرین کی آمدوآبادکاری پشاور کی زبان وثقافت اور سیاسی حالات پر اثر انداز ہو رہی تھی' تو دوسری طرف صحافتی امور میں برق رفتار مواصلاتی رابطہ کاری کے وسائل اور ٹیکنالوجی کا استعمال بڑھ رہا تھا۔انگریزی اخبارات میں زندگی کی لہر نے ٹائپ رائٹرز کی 'ٹک ٹک' کو' کی بورڈز' کی موسیقیت سے بدل دیا تھا۔اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ شبیر حسین اِمآم نے پشاور کی سطح پر 'ڈیجیٹل فوٹوگرافی' اختیار کرنے میں پہل کی تو اِس کی وجہ یہ تھی کہ اُنہیں اِس میڈم پر عبور حاصل تھا۔ روزنامہ مشرق (پشاور) سے حسب ضرورت ڈیجیٹل فوٹوگرافی کا استعمال اُنہیں 'فوٹو جرنلزم' کی ایک ایسی دنیا میں لے گیا جہاں سے اُنہوں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ یہاں اُنہیں ایسوسی ایٹیڈ پریس آف امریکہ (اے پی) کے فوٹو جرنلسٹس 'بی کے بنگش' کیتھی میگنن سے لیکر اسپین سے تعلق رکھنے والے 'ایمیلیو مورناتی' کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔جنوبی افریقہ کے 'فانی جیسن' یورپین پریس فوٹو (ای پی اے) کے 'اُولیور میتھیس (بیلجیئم)' واشنگٹن پوسٹ کی پامیلا کانسٹیبل (نیویارک)' اسپین کے اخبار 'ال پائیس' کی نمائندہ 'انگلیس ایسپونزا (متحدہ عرب امارات)' ہیرالڈ اور بعدازاں برطانوی نشریاتی ادارے (بی بی سی) کے الیاس خان' ہارون رشید' اُور دی نیوز کے جناب رحیم اللہ یوسفزئی ایک طویل فہرست کے چند ایسے مستند نام ہیں جو اپنی ذات میں باقاعدہ صحافتی جامعہ (یونیورسٹی) جیسا درجہ رکھتے ہیں اُور جن کے ساتھ کام کرنے سے حاصل ہونے والا تجربہ (نقوش) شبیر حسین اِمآم کی 'فوٹوگرافیانہ تخلیقات' پر حاوی دکھائی دیتا ہے لیکن 'علم کی طلب وجستجو' نے اُنہیں کہیں کا نہیں رکھا۔ وہ کسی ایک مقام پر جم کر نہ رہ سکے اور نہ ہی خودنمائی کے شوق میں بڑے اداروں سے وابستگی کو اپنا ٹھکانہ سمجھا۔

پشاور کے مختلف اُردو اُور انگریزی اخبارات سے ہوتے ہوئے کراچی پہنچے اور 'جیو ٹیلی ویژن' کی اُس پہلی ٹیم کا حصہ بنے جو پاکستان میں 'نجی نیوز ٹیلی ویژن' ہی کا نہیں بلکہ 'الیکٹرانک نیوز گیدرنگ' کا نکتۂ آغاز ثابت ہوا۔ آواری ہوٹل کراچی کے تہہ خانے میں ہوئی الیکٹرانک میڈیا سے متعلق ایک ماہ کی ابتدائی تربیت کے بعد اُنہیں بطور 'ماسٹر تربیت کار' کراچی میں کئی برس تک رکنا پڑا' جس کے بعد الیکٹرانک میڈیا کے بارے مزید جاننے کی خواہش انہیں جنوبی افریقہ لے گئی' جہاں سے حاصل ہونے والے 'الیکٹرانک میڈیا میں ورچوئل ڈیجیٹل ٹیکنالوجی اور الیکٹرانک فیلڈ رپورٹنگ' کے 'تہہ دارعلم' کا استعمال انہوں نے وطن واپس آ کر پشتو اُور سرائیکی زبانوں کے ٹیلی ویژن چینلز '(اے وی ٹی) خیبر' اُور 'روہی' کے 'نیوز روم سٹاف' کی اِدارتی اُور تکنیکی پہلوؤں سے متعلق تربیتی نشستوں کے اہتمام سے کیا۔ آپ اسلام آباد اور پشاور میں 'ڈیلی ڈان' کے ابتدائی انگریزی اُور اُردو ٹیلی ویژن چینلوں کی بانی ٹیم کا حصّہ بھی رہے۔ ایک ملاقات میں اُنہوں نے 'ہندکو' زبان وادب کی ترویج واشاعت اور ثقافت کے نقوش محفوظ کرنے کے لئے 'ٹیلی ویژن چینل' کی ضرورت کا اِحساس دلاتے ہوئے اپنی خدمات پیش کیں' جسے 'گندھارا ہندکو اکیڈمی' کے اہداف میں شامل کرلیا گیا ہے۔

جنوبی افریقہ میں بنائی ہوئی شبیر حسین اِمامؔ کے تصویری فن پاروں کی نمائش (سولو ایگزیبیشن) کا انعقاد 'پشاور پریس کلب اُور خیبر یونین آف جرنلسٹس' نے کیا' جس کے وہ اُنیس سو چورانوے سے رُکن ہیں۔ زیرنظر کتاب 'شبیر حسین اِمامؔ' کے صرف چھ ماہ کے دوران لکھے گئے ادارتی مضامین پر مشتمل ہے جبکہ وہ دوہزار بارہ سے روزنامہ آج کے ادارتی صفحات کے لئے بلاناغہ لکھ رہے ہیں۔ اُن پر تنقید کرنے والوں کو اپنے اِس خیال پر نظرثانی کرنا پڑے گی کہ وہ 'مستقل مزاج' نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو صحافت کا شعبہ یا فوٹو جرنلزم یا اپنے آبائی شہر اور مادری زبان کی محبت سے کب کے دستبردار ہوچکے ہوتے۔

زیرنظر مضامین کا مجموعہ 'پشاور کے نوحے' سے 'وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے' تک 164 موضوعات کا احاطہ ہے' جن میں پہلو در پہلو مشاہدے اور محسوسات کی طاقت عیاں ہوتی ہے جیسا کہ انہوں نے اکیس جولائی دوہزار بارہ کو تحریر کئے ایک مضمون بعنوان ''بہت دیر ہوچکی ہے!'' میں لکھا کہ...... ''غاصبوں کے نزدیک عوام کی حیثیت بس اتنی ہی ہے کہ عام انتخابات میں انہیں بھلا پھسلا کر اُن سے ووٹ بٹور لئے جائیں لیکن یہ سلسلہ مزید چلتا دکھائی نہیں دے رہا کیونکہ ذرائع ابلاغ نے عوام کی رگ رگ میں جو سیاسی شعور بھر دیا ہے' اُسے مدنظر رکھتے ہوئے آئندہ عام انتخابات کے نتائج بہت سے روائتی سیاستدانوں کے لئے غیر متوقع اُور حیران کن ثابت ہوں گے۔'' یہ پیشنگوئی مئی دوہزار تیرہ کے عام انتخابات میں حرف بہ حرف ثابت ہوئی جب

تحریک انصاف کو'تبدیلی کے نام پر' خیبر پختونخوا میں حکومت سازی کا موقع ملا۔

شبیر حسین اِمام کی تربیت وشخصیت میں پیرِ طریقت سیّد محمد اَمیر شاہ قادری گیلانی المعروف مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ (سلسلۂ قادریہ کے بزرگ) کی نسبت وتربیت اور روحانی فیض کا بھی خاص عمل دخل ہے' جسے وہ''اِک سلسلۂ نور ہے ہر سانس کا رشتہ' قرار دیتے ہیں! مرشد مولوی جیؒ ہی کے فیض نظر کا نتیجہ رہا کہ وہ پیران پیر' غوث الاعظم دستگیر' حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادے سے وابستہ ہوئے اور مولوی جیؒ کے دیگر سینکڑوں مریدوں کی طرح قرآن کریم کا اُردو وہندکو ترجمہ' تفسیر وموضوعاتی مطالب (تھیمیٹک سٹڈی) کے علاوہ فارسی زبان وادب سے منور ہوئے۔ یہی وجہ رہی کہ شبیر حسین اِمام کے ہاں دنیاوی کامیابی کا پیمانہ مختلف دکھائی دیتا ہے اور یہی 'خودی' ہے جس کی وجہ سے اُنہوں نے اپنے علم وتجربے سے استفادہ کرنے میں اپنی مٹی اور ملک کا حادثاتی نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر انتخاب کیا۔

پشاور کے بارے میں اُن کی تحریریں کسی 'پچیسویں گھنٹے' کی فرصت کا نتیجہ نہیں بلکہ اُنہوں نے پوری توانائی ویکسوئی سے پشاور کے بارے میں سوچنے اور اِسے سمجھنے کے لئے خود کو نذر کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ یورپی ومغربی ممالک کی ترقی انہیں اپنی جانب راغب نہیں کر پائی اور وہ کامیابی کی عمومی دلیل سمجھے جانے والے عہدوں اور مال واسباب جمع کرنے کے اسیر بھی نہیں رہے تو اِس نظریۂ حیات کی نمو میں شفیق معلم ڈاکٹر ظہور اَحمد اعوان (مرحوم) جنہیں وہ ادب واحترام سے ہمیشہ ''اُستاد جی'' کہہ کر مخاطب کرتے کا بھی خاص حصّہ ہے' جن سے شبیر حسین اِمام کا تعلق 85-1984ء میں گورنمنٹ کالج پشاور میں 'ایف ایس سی (پری انجنیئرنگ)' میں داخلے کے ساتھ قائم ہوا' تو ہدایت وتربیت کا یہ سلسلہ 'اُستاد جی مرحوم' اُور 'مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ' کے دنیا سے پردہ کرنے تک جاری رہا اُور آج بھی جاری وساری دکھائی دیتا ہے۔

شبیر حسین اِمام بنیادی طور پر ایک 'قصہ گو' ہے۔ اُس کے ہاں موضوعات کی یکسانیت نہیں۔ لغت کے قبرستان سے صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ انہیں غور طلب پیرائیوں میں استعمال کرنے کا سلیقہ اور علم اپنی جگہ اہم لیکن اِس ہنر وکمال کا کیا کہنا کہ جب 'آن کی آن' میں ایک تصویر کے ذریعے ہزاروں الفاظ پر مبنی پیغام منتقل کرنے پر ملکہ بھی حاصل ہو اُور براڈکاسٹنگ جرنلزم جیسے تکنیکی شعبے کی باریکیاں اور تہہ داریاں بھی اُن کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی دکھائی دیں! رپورٹنگ سے فوٹو جرنلزم اور فوٹو جرنلسٹس سے براڈکاسٹر کے ساتھ شبیر حسین اِمام کی روزنامہ آج سے گذشتہ ایک دہائی پر محیط وابستگی' ایک بے تھکان سفر' متقاضی تھا کہ سراہا جائے اور ہندکو زبان کے اِس افتخار کو اُس کی زندگی ہی میں احساس دلایا جائے کہ ''وہ پشاور کی محبت میں نہ تو تنہا ہیں اور نہ ہی گمنام رہیں گے۔''

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان (مرحوم) کے اِس شاگرد رشید کی ''ژرف نگاہی'' خالصتاً صحافیانہ مشاہدے اُور زاویئے سے عمومی موضوعات کی (باریک بینی سے) ''تجرباتی اور تجزیاتی غیرمعمولی کوشش'' ہے جسے سمجھنے کے لئے واقعات کی ترتیب اُور بطور خاص سیاسی وسماجی حالات کا پس منظر اگر ذہن نشین رہے تو ''پشاور شناسی'' کے اُس ''در پردہ پیغام'' کا مقصد وہدف حاصل ہوجائے گا' جو'شبیر حسین اِمام' کے ہاں غیرمعروف 'اِستعاروں' سے اِستفادے اور ایک منفرد ''استعاراتی نظام'' میں موضوعات کی سنجیدگی ودلچسپی پر مکمل دلیل ہے۔ یہ کالم ایک ایسا مسلسل موضوع' ایک ایسا پیوست فکری محور ہیں' جو'پشاور'' کے گرد اُور پشاور اُن کے گرد طواف کرتا دکھائی دیتا ہے۔

'شبیر حسین اِمام' کی نثری اُور شعری کاوشیں جاری ہیں' جن کے اِس انتخاب کی در پردہ تحریک اُور آئندہ پیش کرنے کا مقصد بھی یہی رہے گا کہ ''پشاور کے بارے میں فکر وعمل کا دائرہ وسیع سے وسیع وعریض ہوتا چلا جائے۔'' خود اُنہی کے ایک شعر سے نامکمل تعارف کی تکمیل کرتا ہوں کہ 'محبت جبر نہیں ہوتی لیکن اپنے وجود کا ثبوت بصورتِ 'قول وفعل اظہار' چاہتی ہے۔'

کمزوری یا مجبوری کا 'اِظہار سمجھ لے'
اِس شہر پشاور سے میرا 'پیار سمجھ لے'

(بحوالہ تیس ستمبر' صفحہ 186' میرا پیار سمجھ لے)

محمد ضیاء الدین
جنرل سیکریٹری۔
گندھارا ہندکو بورڈ پاکستان،
پشاور۔ مارچ دوہزار سترہ

اِبتدائیہ: وقت کی گواھی!

تبدیلی تغیراتی و حادثاتی نہیں بلکہ ایک ایسے ارتقائی عمل (اَسلوب) کا نام (بیان) ہے جس کے مسلسل اُور مستقل سلسلے‘ اِس میں پوشیدہ علم و حکمت کے خزانوں کی قدر و قیمت دریافت کرنے کی دعوت عام بھی ہیں۔ ’ژرف نگاہ‘ کے عنوان سے گردوپیش میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا احاطہ کرنے کی طالبعلمانہ کوشش کا مقصد ’وقت اُور تاریخ‘ کی اُس گواہی کو آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کرنا ہے جو پشاور کے مسائل سے متعلق ہیں۔ پشاور کے رہن سہن پر اَثر انداز ہونے والے واقعات‘ مشاہدات اُور تاثرات پر ایک الگ زاویۂ نگاہ سے ’اظہارِ خیال‘ کی ضرورت بابائے ہند کو مختار علی نیر (مرحوم) اُور پشاور کے عاشق ڈاکٹر امجد حسین کی تحریروں کو پڑھ کر ایک عرصے سے محسوس ہو رہی تھی‘ تاہم دیگر مصروفیات آڑے رہیں اور ’وسط جولائی دوہزار بارہ‘ سے روزمرہ پیش آنے والے واقعات ایک ترتیب سے (روزنامچے کی صورت) محفوظ کرنے کا سلسلہ شروع کیا جسے ’اِن شاء اللہ‘ آخری سانس تک جاری رکھنے کی خواہش ہے۔ پشاور سے شروع ہونے والی بات جناب عبدالواحد یوسفی صاحب (ایڈیٹر روزنامہ آج) کی خواہش پر گھوم پھر کر یعنی دیگر ضمنی و غیرمتعلقہ سیاسی موضوعات کا احاطہ کر کے پشاور ہی پر منطبق کی جاتی رہی۔

محبت ہو یا نفرت دونوں کا تعلق جذبات سے ہوتا ہے اور دونوں ہی نہ تو وقتی یا حسب ضرورت کم یا زیادہ کئے جا سکتے ہیں اُور نہ ہی بسا اوقات اِنہیں پوشیدہ رکھنا باوجود کوشش ممکن رہتا ہے۔ بہرکیف پشاور کے بارے میں لکھتے ہوئے جہاں کہیں لہجے کی کرختگی اُور الفاظ کی سختی بے قابو (حاوی) نظر آئے تو اِس کا محرک وہ دکھ سمجھ لیجئے گا‘ جو پشاور کے ماضی و حال اور اِس کے مستقبل بارے سوچتے ہوئے شدت سے محسوس کیا گیا۔ کچھ احباب کی تنقید بھی سر آنکھوں پر کہ ’مسلسل پشاور‘ کے بارے میں لکھنے اور پڑھنے سے یکسانیت پیدا ہوتی ہے‘ جبکہ ضرورت (تقاضائے وقت) یہ ہے کہ پشاور کے بارے ’وقف پشاور‘ ہو کر جس قدر اور جس قدر مزید بھی لکھا جائے‘ وہ کم (ہی) رہے گا۔ ’ژرف نگاہ‘ قارئین کی ذہانت کا اِمتحان بھی ہے کہ اُردو صحافت میں حکومت پر تنقید کا رواج علاقائی تو کیا بہت سے قومی اخبارات کا مزاج بھی نہیں‘ تاہم ڈھکے چھپے تو کہیں واضح اشاروں (کنائیوں) میں عام آدمی (ہم عوام) کے سوچ و جذبات اور توقعات کی عکاسی‘ تلخ و شریں حقائق کی صورت کر دی گئی ہے۔

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات
دے اُور دل اُن کو جو نہ دے مجھ کو زباں اُور
(مرزا اسد اللہ خان غالبؔ)

سال دو ہزار بارہ کے اِختتام تک شائع ہونے والے اِدارتی مضامین (کالم) کتابی صورت میں مرتب کرنے کی ترغیب دوست احباب کے علاوہ جب صحافت کے میدان میں اُنگلی پکڑ کر چلنا سکھانے والوں کی جانب سے کی گئی تو اِسے رد کرنا ممکن نہیں تھا۔ جناب حیدر جاوید سیّد‘ جناب آصف قیوم‘ جناب قیصر محمود بٹ‘ جناب تنویر احمد صدیقی‘ خلد آشیاں سیّد اَبوالحسن جعفری‘ سیّد علی نواز گیلانی‘ جناب ملک صابر حسین‘ جناب ملک صادق حسین (صادق صبا)‘ جناب محمد ضیاء الدین کی حوصلہ اَفزائی (تجویز) اُور سب سے بڑھ کر جناب حبیب الرحمٰن صاحب (ریڈیڈنٹ ایڈیٹر‘ روزنامہ آج) کی تربیت شامل حال نہ ہوتی تو موضوعات سے اِنصاف تو بہت دُور کی بات ’’اَلفاظ کا حق‘‘ اَدا کرنے کی جراٴت ہی ممکن نہیں ہوسکتی تھی۔

شبیر حسین اِمام
اَیبٹ آباد:
پانچ جمادی الاوّل 1434 ہجری۔
اَٹھارہ مارچ 2013 عیسوی۔
www.dilpeshawar.com
peshavar@gmail.com
Twitter: @peshavar
Hashtag: #ZarfeNigha
Instagram: @peshavar
Telegram: @peshavar
Facebook: /peshavar
Blog: editorialst.blogspot.com